رجسٹرڈ انگلیہ نمبر

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۱)

شرح چندہ	
سالانہ	۵
ششماہی	۲/۸
سہ ماہی	۱/۴

قیمت پرانا پرچہ ۴؍

قیمت فی پرچہ ۲؍

جلد ۳ | ۲۲ تیر ۱۳۵۳ف | ۴ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ | ۲۷ مئی ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۷)

سیاسی تعطل کس طرح دور ہوسکتا ہے

از

ڈاکٹر عبدالحمید قاضی

ہر محب وطن کے دل میں یہ خواہش موجود ہے کہ کسی نہ کسی طرح موجودہ سیاسی جمود کو ختم ہونا چاہیے لیکن خیالات میں اس قدر انتشار موجود ہے کہ کوئی واضح راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ بعض راہ نما اور جماعتیں ایک حل پیش کرتے ہیں لیکن اُن کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ قبل اس کے کہ ہم کوئی حل اس جمود کو ختم کرنے کا بتائیں ضروری ہے کہ ہم اُن متنازعہ فیہ مسائل کو بیان کردیں جن کے باعث ملک میں یہ جمود پیدا ہوگیا۔

اہل ہند چاہے وہ ہندو ہوں یا مسلمان اس کے خواہشمند ہیں کہ ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے یا کم از کم مکمل آزادی کا اس وقت حتمی وعدہ کرلیا جائے اور جنگ کے بعد اس وعدہ کو فوراً عملی جامہ پہنایا جائے۔ چنانچہ جمود کو دور کرنے کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کی آزادی کا مکمل وعدہ کرے۔ اس قسم کا ایک وعدہ سر سٹافورڈ کرپس کی تجاویز میں بھی موجود تھا۔ اٹلانٹک چارٹر کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ اس کا اطلاق ہندوستان پر بھی ہوگا۔ لیکن برطانوی سیاست داں مثلاً وزیر ہند مسٹر ایمری یا وزیر اعظم مسٹر چرچل بعض وقت اس قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ ان وعدوں پر شک ہونے لگتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ صرف دوران جنگ کے لئے دل خوش کن باتیں کی جا رہی ہیں لیکن بعد میں برطانوی شہنشاہیت کا مزاج اسی طرح باقی رہے گا جس طرح کہ اس وقت موجود ہے۔ بہرحال اس تمام انتشار اور شکوک کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک صاف اور غیر مبہم وعدہ کیا جائے کہ ہندوستان کو جنگ کے بعد مکمل آزاد کر دیا جائے گا۔ اور اس آزادی کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہندوستان نہ صرف داخلی طور پر آزاد ہوگا بلکہ یہ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہوگا کہ وہ چاہے تو برطانوی اقوام کی دولت مشترکہ میں رہے یا نہ رہے۔ اس کو اپنی دفاع کے لئے ہر قسم کی افواج اور بحری بیڑا رکھنے کا اختیار ہوگا۔ اس کو دیگر اقوام سے بھی ہر قسم کے خارجی تعلقات رکھنے کا اختیار ہوگا۔ غرضکہ اس کو جنگ کے بعد وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو کنیڈا یا جنوبی افریقہ یا آسٹریلیا کو ہوں گے۔

برطانیہ جب یہ وعدہ کرے تو پھر اہل ہند کا یہ فرض ہوجاتا ہے کہ وہ حکومت کو سنبھال کر خود اپنے ملک کی آزادی کے لئے دیگر اقوام کے ساتھ دوش بدوش لڑیں۔ چنانچہ مرکزی حکومت کی ذمہ داریوں کو اہل ہند کو قبول کرلینا چاہیئے اور ان صوبوں میں جہاں تعطل ہے وہاں بھی قومی صوبائی حکومتوں کی تشکیل ہوجانی چاہیئے۔

لیکن مرکزی قومی حکومت یا صوبائی قومی حکومتیں اس وقت تک نہیں بنائی جاسکتیں جب تک کہ ہندو اور مسلمان اُن پر مشترکہ طور پر متحد نہیں۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ ہندو مسلم مسئلہ کو اس وقت حل کرلیا جائے۔ ہندو مسلم مسئلہ گو آج صرف دو سال پیشتر بعض مسلمانوں کے متفقہ قومی مطالبہ یا کم از کم کو جس کی ترجمانی مسلم لیگ بحیثیت مسلمانوں کی سب سے زیادہ طاقتور جماعت کے کرتی ہے تسلیم کرلیا جائے۔ مسلم لیگ در اصل اس وقت مسلمانوں کی سیاسی نمائندہ جماعت ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تقریباً تمام مسلمان اس کے ساتھ ہیں۔ سرحد کے مسلمانوں پر کانگریس کا اثر تھا لیکن دس کروڑ مسلمانوں میں سے سرحد کے مسلمانوں کی آبادی مشکل پچاس لاکھ ہے۔ دوم گذشتہ صوبائی اسمبلی کے انتخابات ضمنی نشستوں کے مقابلہ میں لیگ نے کانگریس کو شکست دے دی اور صوبہ سرحد میں اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہوگئی۔ پنجاب میں احرار کا اب کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے۔ اور اب یونینسٹ نے حکومت الٰہیہ کو اپنا نصب العین بنالیا ہے جس کے لئے آزاد اسلامی ریاستوں کا وجود ضروری ہوگیا ہے۔ اس طرح وہ بھی اب پاکستان کو تسلیم کرتے ہیں۔ غرضکہ اس وقت پانچ صوبوں پر مسلم لیگ کی حکومت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں مسلم لیگ حاوی ہے۔ اقلیت کے صوبوں میں بھی اکثر منتخب شدہ اراکین لیگ میں شامل ہیں۔ غرضکہ جس نقطہ نظر سے بھی غور کیجئے مسلم لیگ ہی در اصل مسلمانوں کی سیاسی نمائندہ جماعت ہے۔

مسلم لیگ کا مطالبہ ہے کہ ہندوستان کے ایک جغرافی حصہ کو مسلمانوں کی آبادی کے تناسب سے جہاں ان کی اکثریت ہے آزاد کر دیا جائے۔ مسلمانوں کی اکثریت کے یہ صوبے سرحد، پنجاب، صوبہ سندھ، بلوچستان اور صوبہ بنگال ہیں۔ مسلم لیگ کا یہ مطالبہ اس بنیاد پر ہے کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ایک جداگانہ قومیت کے لئے جن عناصر کا ہونا ضروری ہے وہ مسلمانوں میں موجود ہیں۔ مثلاً یہ کہ اُن کی تہذیب و تمدن، ان کا ادب و شاعری، ان کے فنون لطیفہ، اُن کی تاریخ، اُن کے سماجی سیاسی اور معاشی تصورات، اُن کے اخلاق اور مذہبی اعتقادات ہندوؤں سے علیحدہ ہیں۔

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰ پر

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴ ۲۲ ستمبر ۱۹۵۱ء نمبر ۷

کیا حیدرآباد کے سیاسی معاشی حقوق نظرانداز کردئے گئے؟

بامبر ... انڈیا کے نامہ نگار خصوصی کا بیان ہے کہ دریائے تنگبھدرا کے پانی کی تقسیم کے متعلق حکومت مدراس اور حکومت میسور کے نمائندوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں یہ مسئلہ جو گذشتہ چودہ سال سے ان دو حکومتوں کے مابین زیر غور تھا تصفیہ پاچکا ہے اور اس تصفیہ کے مطابق دو کروڑ کے صرف سے ایک ذخیرہ آب اضلاع مفوضہ میں تیار کیا جائے گا۔

اس خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے تصفیہ میں جو ایک عرصہ دراز سے مدراس، میسور اور حیدرآباد کے مابین متنازعہ فیہ تھا حیدرآباد کے حقوق کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔ حیدرآباد کے سیاسی اور معاشی حقوق سے متعلق اس قسم کی المناک خبر شائع ہوکر تقریباً دو ہفتے گذر چکے ہیں لیکن بدقسمتی سے حیدرآباد کی رائے عامہ نے اس پر وہ توجہ نہیں کی جس کی وہ مستحق تھی۔ اگر اس قسم کی کوئی خبر کسی ایسے ملک کے متعلق شائع ہوتی جہاں کی رائے عامہ بیدار اور باشعور ہوتی اور جو سیاسی اور قریب ہی سال سے فرق کو جگہ ملتی تو احتجاجی جلسوں سے اس ملک کی فضا گونج اٹھتی۔ لیکن حیدرآباد بے خبر حیدرآباد پڑھ کر بھی تنگبھدرا کے پانی میں اس کے ناقابل انکار حقوق کو جو صدمہ پہونچا آگیا جس سے کیا ہوا۔ یہ مسئلہ پبلک کے سامنے ہوتے ہوئے معاصر رعیت نے اپنی اس خبر کی اشاعت میں بجا طور پر تحریر کیے کہ:

"دریائے تنگبھدرا کے پانی کی تقسیم کا سوال اگر مدراس اور میسور میں گزشتہ ایک عرصہ سے زیر غور رہا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً حیدرآباد یہ مسئلہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے زیر غور ہے اور مرحوم سالار جنگ اعظم کے عہد دیوانی میں دریائے تنگبھدرا کے پانی سے متعلق حیدرآباد کے حقوق کی حفاظت ہوچکی ہے اور اب سے کوئی آٹھ سال قبل ہم نے سنا تھا کہ تقسیم آب کا مسئلہ مدراس اور حیدرآباد کی حکومتوں کے مابین زیر غور ہے۔ آخر اس آٹھ سالہ عرصہ میں اس خصوص میں کیا کاروائی ہوئی یہ پبلک معلوم کرنے کا حق رکھتی ہے۔ تنگبھدرا کے پانی سے استفادہ کرنے کا حق میسور کے مقابلہ میں حیدرآباد کو بہت زیادہ ہے۔ اور مدراس کے مقابلہ میں حیدرآباد کے حقوق پہلے ہی سے محفوظ ہیں اور حیدرآباد کو اس دریا کے پانی سے کم از کم نصف حصہ مستفید ہونے کا حق حاصل ہے۔ مگر نہیں معلوم کہ اس کے باوجود یہ مسئلہ اب تک کیوں معرض التوا میں پڑا ہوا ہے؟"

اہل حیدرآباد کو جاننا چاہئے کہ کسی ملک کے لئے سب سے اہم مسئلہ اس کے سیاسی و معاشی حقوق کا مسئلہ ہوتا ہے۔ دریائے تنگبھدرا کے پانی سے استفادہ کرنے کا مسئلہ ہر اعتبار سے سیاسی اور معاشی اور درجہ اولیٰ کا مسئلہ ہے۔ ایک ندی ہمارے حدود میں سے گزرتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کے پانی سے استفادہ کریں مگر مختلف قانونی مباحث پیدا کرکے ہمیں اپنے فطری، قانونی اور معاشی حق سے محروم رکھا جاتا ہے۔

ضلع رائچور کی رعایا بالعموم قحط کا شکار بنی رہتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ دریا کے کنارے پیاسی ہے۔ گذشتہ پچاس سال سے وہ اس توقع میں زندگی گذار رہی ہے کہ اس کے اچھے دن آئیں گے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس کو اچھے دن دیکھنے نصیب نہ ہوں۔ یہ صریح ناانصافی ہے۔ یہ ناانصافی نہ صرف رعایا رائچور کے ساتھ ہے بلکہ مملکت آصفیہ کے ساتھ ہے۔ ایک عضو کو تکلیف پہونچتی ہے تو سارا بدن متاثر ہوجاتا ہے۔ رائچور کا حق چھین لیا جاوے اور حیدرآباد خاموش رہے ایسا کیونکر ممکن ہے؟

یہی صورت ممکن ہے جبکہ حکومت بے عمل اور عوام غافل ہیں۔ آج سے پچاس سال پہلے مختار الملک مرحوم نے حکومت مدراس کے ساتھ ایک رعایت کی تھی اور آب تنگبھدرا سے استفادہ کرنے کی اس کو اجازت دی تھی مگر آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے حق ہمسائیگی نہیں ادا کیا بلکہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلائی۔ آج وہی رعایت ہمارے خلاف استعمال کی جارہی ہے۔ نواب علی نواز جنگ بہادر نے دریائے تنگبھدرا سے متعلق حیدرآباد کے حقوق کی حفاظت کے لئے جس جانفشانی کے ساتھ کوشش کی تھی اس سے ہر حیدرآبادی واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ نواب صاحب موصوف نے اسی تقصیر پر اپنے عہدہ کو قربان کردیا تھا۔ مگر مدراس کی حق ناشناسی اور حکومت ہند کی پاسداری کی وجہ سے حیدرآباد اپنے مسلمہ حق سے محروم ہوجاتا ہے۔ راجہ شامراج بہادر کے دور صدارت عظمیٰ میں حکومت مدراس اور حکومت حیدرآباد کے مابین ایک سمجھوتہ ہوا تھا۔ اس سمجھوتہ میں مسٹر لنگا پال جاری کا ہاتھ تھا کہ کانگریسی وزرات کی یہ خواہش تھی کہ تنگبھدرا پراجکٹ جیسے افسانوی دور سے گذر کر ایک حقیقت بن جائے۔ کانگریسی وزارت کے برخاست ہونے کے بعد حکومت مدراس کا جو رویہ حیدرآباد کے حق میں کبھی آمادہ انصاف نہیں تھا اس سمجھوتہ میں رخنہ انداز ہوا اور آج ہم سن رہے ہیں کہ اس سمجھوتہ کو پس پشت ڈال کر اور حیدرآباد کے وجود کو نظرانداز کرکے مدراس اور میسور کے مابین ایک سمجھوتہ ہوچکا ہے۔ اور حیدرآباد کے حقوق آب پر پانی پھیردیا گیا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ریاست میسور نے خود اس ناانصافی میں پیش قدمی کی البتہ وہ اس ناانصافی کا شریک ہورہا ہے۔ اس وقت کسی کو مطعون کرنا بے سود ہے دیکھنا چاہئے کہ اس نازک موقع پر حیدرآباد کا فرض کیا ہے۔

اس خصوص میں ہم راجہ دھرم کرن بہادر صدر اعظم سے دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ انہوں نے حیدرآباد کے حقوق کی حفاظت کے لئے کیا کوشش کی۔ ان کے پیشرو راجہ شامراج بہادر نے نواب علی نواز جنگ بہادر کے مشورہ کے مطابق ایک باعزت سمجھوتہ کیا تھا مگر آج راجہ دھرم کرن بہادر کے دور صدارت عظمیٰ میں یہ المناک خبر سنی جارہی ہے کہ تقسیم آب تنگبھدرا میں حیدرآباد کا کہیں ذکر نہیں۔ حکومت کو کیا کرنا چاہئے اس کو حکومت ہی بہتر جانتی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ حکومت خاموش نہیں ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ عوام کا کیا فرض ہونا چاہئے؟ اس خصوص میں ہم اپنے ناچیز خیالات پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تنگبھدرا کا مسئلہ ملک کے ان مسائل میں سے ہے جو فرقہ وارانہ اختلافات سے بالاتر ہیں۔ ان کا تشفی بخش حل ملک کے ہر فرقہ اور طبقہ کے لئے یکساں مفید ہے۔ اس لئے سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ ہر مکتب خیال اور ہر ادارے کے نمائندے ایک جلسہ عام منعقد کریں اور نواب صاحب اعظم کی خدمت میں ایک وفد کی صورت میں حاضر ہوں اور صحیح صورت حال سے واقف ہونے کی کوشش کریں اور یہ بھی معلوم کریں کہ اس مسئلہ میں حیدرآباد کے حقوق کی حفاظت کے لئے حکومت کیا کررہی ہے۔ اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد حیدرآباد کے

پبلک کارکنوں کو چاہیے کہ اپنا آئندہ لائحہ عمل مرتب کریں جس کا مقصد یہ ہو کہ استفادہ آپ کا حق ذاتی نہ ہونے پائے۔ کیا حیدرآباد کے پبلک کارکن ہماری اس آواز پر لبیک کہیں گے؟

خیالی قلعے اور حقیقت

چونکہ امپھال کی فتح کا خواب جاپانیوں کی انتہائی جرأت؟ فاتح لشکروں میں نا پورا ہوتا چاہیے اس لئے اب وہ ایک موہوم فتح کے خیال سے دل کو تسلی دینے کی کوشش میں ہیں۔ اپریل کے مہینے میں امپھال کے متعلق انہوں نے جو خبریں نشر کی ہیں ان سے ان کی ناکامی اور دروغ بیانی دونوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ان کی مذکورہ نشریات کے اقتباس ذیل میں تاریخ وار درج کئے جاتے ہیں۔

یکم اپریل۔ "جاپانی امپھال کو بہت جلد فتح کر لیں گے اس کی قسمت کا فیصلہ عنقریب اس لڑائی سے ہو جائے گا جو شہر کے آس پاس ہو رہی ہے۔"

۳ اپریل۔ "امپھال کا سقوط اب کوئی گھڑی کی بات ہے۔"

۵ اپریل۔ "امپھال پر جاپانیوں کی مہم کامیاب رہی۔"

۷ اپریل۔ "امپھال کی تسخیر سے دشمن ایک اہم فوجی اڈے سے محروم ہو گیا ہے۔"

۱۴ اپریل۔ "توقع ہے کہ امپھال کا سقوط بہت جلد ہو جائے گا۔"

۱۸ اپریل۔ "حقیقت کے لحاظ سے تو امپھال پہلے ہی مسخر ہو چکا ہے۔"

۲۲ اپریل۔ "دشمن جاپانی افواج کے خلاف نہایت موثر مقاومت کر رہے ہیں۔"

۲۵ اپریل۔ "اب دشمن کے لئے دو ہی چارہ کار باقی ہیں۔ یا تو ہتھیار ڈال دیں یا موت کے گھاٹ اتر جائیں۔"

۲۷ اپریل۔ "منطقہ امپھال میں دشمن مورچے بڑی تیزی سے پاس پاس ہو رہے ہیں۔"

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں جاپان اس غرض سے نشر کرتا ہے کہ ماتحتین کے اقدامی حملے اور ہو جانے کی حقیقت پر پردہ پڑا رہے۔ جاپانی کا ایک اور مقصد [illegible] جاپانی لشکر نے بڑا زور جاری رکھا ہے یہ ہے کہ جو ہندوستانی سپاہی انہیں مار بھگانے میں مصروف ہیں وہ سب کے سب رضاکار ہیں۔ ہندوستانی ڈویژن جس بہادری سے حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے اور ان پر ضرب لگاتے ہیں اور جس اولوالعزمی کے ساتھ ہندوستان کے لوگ اپنے آدمیوں کی تائید کرتے ہیں اس سے جاپانی پروپیگنڈے کو ضرب

حملہ کو نیز بتا دیا ہے اتنا کسی چیز نے نہ بنایا ہوگا۔

آسام و برما کی لڑائی پر تبصرہ

شدید ترین معرکے منی پور پر ہو رہے ہیں

کینڈی۔ ۲۰ مئی۔ جنوب مشرقی ایشیائی کمان کے صدر دفتر سے حالیہ معرکہ آرائی پر ایک تبصرہ شائع کیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ اس ہفتہ شدید ترین معرکہ آرائی منی پور کے محاذ پر ہوئی یہاں موجودہ معرکہ میں مارے جانے والے جاپانیوں کی تعداد بڑھ کر (۲۰۰۰۰) تک پہنچ گئی ہے۔ جاپانیوں کے مواصلات اور رفتار پر اتحادیوں کے ہوائی حملوں اور آکاؤں؟ دستوں کی کارروائیوں کی وجہ سے دشمن کے لئے اپنی آگے بڑھی ہوئی سپاہ کو رسد پہنچانا دشوار ہو گیا ہے۔ اتحادی بمباری کی وجہ سے جاپانی اپنی اپنی محفوظ سپاہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹاتے رہنے پر مجبور ہو گئے ہیں تاکہ نقصانات کم کر سکیں۔ اتحادی بمباروں کا نشانہ اتنا سچا ہے کہ اتحادی سپاہ سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر دشمن کے مورچوں پر موثر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ منی پور کے محاذ پر اتحادی ہوائی حملے کا زور برقرار ہے اور غوطہ مار بمبار اور جنگی بمبار کوہیما امپھال روڈ اور بشنو پور پر خاص طور سے سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ برما میں جاپانیوں کی دقتیں بہت ہی شدید خیال کی جاتی ہیں۔ ان کے نقصانات اتنے ہی زیادہ ہیں جتنے کہ کسی دوسرے محاذ پر اور وہ بڑے پیمانہ پر کمک نہیں پہنچا سکتے۔ علامات سے پتہ چلتا ہے کہ اتحادیوں کے حملے برسات میں بھی کافی حد تک جاری رہیں گے۔ اور اس سے جاپانیوں کے لئے کچھ اور دقتیں پیدا ہو جائیں گی۔

کینڈی۔ ۲۰ مئی۔ آج کے اتحادی اعلامیہ میں بتایا گیا ہے کہ شمالی برما میں مٹکینا کے مغربی مضافات میں چینی دستے جاپانیوں کا ایک جوابی حملہ پسپا کر کے ہوائی میدانوں کو آنے والی ریلوے اور سڑک کے جنکشن پر قابض ہو گئے ہیں۔ مٹکینا کے جنوب میں دریائے اراودی کے پار جانے والے گھاٹ پر دشمن کے حملے پسپا کر دیئے گئے۔ چینی دستے دریائے موگانگ کے جنوب میں زور دباؤ ڈال رہے ہیں اور پچھلے ۴۸ گھنٹوں میں انہوں نے سو سے زائد جاپانیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ موگانگ کے مغرب میں ۲۲ ویں چینی ڈویژن نے دشمن کے چھ مورچے فتح کر لئے۔

آسام اور برما کے محاذ پر کل ہوائی جہازوں نے کوہیما کے

قریب والی جنوب اور جنوب مغرب کی گھاٹیوں پر اپنے مورچے مستحکم بنائے۔ ہماری توپوں نے پہاڑیوں میں دشمن پر آتش باری کی۔ بشنو پور کے قریب ہمارے دستوں نے شدید معرکہ آرائی کے بعد ایک پہاڑی کو جہاں دشمن کا مضبوط مورچہ قائم تھا فتح کر لیا۔ سیانگھا؟ [illegible] کے مشرق میں ہمارے دستوں نے دشمن کے چھ مورچے برباد کر دئے۔

امریکی اور برطانوی بمباروں نے دو شنبہ کو اور کل ٹڈیم روڈ اور کوہیما امپھال اوکھرول اور ہومرے؟ کے جنوب میں دشمن کے فوجی نشانوں پر حملے کئے۔

مختصر خبریں

متحدہ؟ افواج بحر روم کے کمانڈر جنرل ایکر نے بیان کیا ہے کہ ۱۵ مئی کو متحدین کے ہوائی جہازوں نے بحر روم کے نشانوں پر جو بم برسائے ہیں ان کا مجموعی وزن (۲۰۰۰)؟ ٹن سے متجاوز ہے۔

یوگوسلاویہ کی ایک شہادت دہندہ فوج کا خاص [illegible] جو آج کل لندن میں ہے بیان کرتا ہے کہ یوگوسلاویہ میں دشمن کے خاص خاص اور اہم مرکزوں پر خصوصاً دشمن کے ہوائی میدانوں اور ساحل کے زیر محاصرہ قصبے پر جو ہوائی بمباری ہوئی ہے اس سے حصول مقصود میں بڑی مدد ملی ہے۔

یاد رکھیے

ہر چیز خریدنے کے بعد دوکاندار سے اس کے دام کی رسید (کیاش میمو) ضرور لیجیے۔ اگر کوئی دوکاندار قیمت کی رسید طلب کرنے پر اس کے دینے سے انکار کرے تو محکمہ سیول سپلائز یا پولیس کے قریبی تھانہ پر اس کی اطلاع دیجیے

پھر وہی تنگبھدرا پراجکٹ کا مسئلہ

معاصر رعیت کا تبصرہ

ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار خصوصی کے بیان کے بموجب جو اس نے کلب سے دریائے تنگبھدرا کی تقسیم آب کا تصفیہ مدراس اور میسور کی حکومتوں میں ہو چکا ہے۔ تقسیم آب کا یہ مسئلہ متذکرہ صدر حکومتوں کے درمیان گزشتہ دو برس سے زیر غور رہا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ اب ان دونوں حکومتوں کی حد تک اس مسئلہ کا تصفیہ ہو چکا اور اس تصفیہ کے بموجب (۲) کروڑ کے صرف سے اضلاع مفوضہ میں ذخیرہ آب تیار کیا جائے گا اور اس ذخیرہ سے ریاست میسور اور صوبہ مدراس کے کئی ایکڑ جات پر زراعت ہو گی۔

دریائے تنگبھدرا کے تقسیم آب کے اس مسئلہ سے حیدرآباد کی دلچسپی محتاج بیان نہیں ہے ہمیں معلوم نہیں کہ یہ مسئلہ بمتعلق حیدرآباد اب کس نوبت پر ہے لیکن یہ مسئلہ ایک وقت حیدرآباد میں کافی طور پر پبلک کی دلچسپی کا مرکز بنا ہوا تھا اگرچہ کہ اس وقت دریائے تنگبھدرا کے آب کی تقسیم کا یہ سوال اخباری کالموں کا موضوع بنا ہوا نہیں ہے۔ لیکن یہ حیدرآباد کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس بارہ میں کافی تحقیقات ہو چکی ہیں مدراس اور حیدرآباد کی حکومتوں کی کانفرنس بھی ہوئی۔ اور یہ توقع کی جا رہی تھی کہ بہت جلد اس مسئلہ کا کوئی تصفیہ ہو جائے گا اور حیدرآباد کی رعایا کو تنگبھدرا کے پانی سے مستفید ہونے کا موقع دستیاب ہو گا۔ مگر اس بارے میں یا تو خواب کی سی کارروائی ہوئی اور اب کارروائی کس نوبت پر ہے ...... تعمیر کا کام کب شروع ہو گا۔ یہ سب بہت اہمیت رکھنے کے سوالات ہیں اور اب جب کہ حکومت مدراس اور میسور میں اس بارہ میں تصفیہ بخش سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اہل حیدرآباد میں آرزو پیدا ہونا بالکل ایک فطری امر ہے کہ وہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ بالآخر اس پورے تنگبھدرا اسکیم میں حیدرآباد کی پوزیشن کیا ہے۔

دریائے تنگبھدرا کے پانی کی تقسیم کا سوال اگرچہ اس دور میں گزشتہ ۲۰ برس سے زیر غور ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بمتعلق حیدرآباد یہ مسئلہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے زیر غور ہے اور مرحوم سالار جنگ اعظم کے عہد دیوانی میں دریائے تنگبھدرا کے پانی سے متعلق حیدرآباد کے حقوق کی حفاظت ہو چکی ہے اور اب سے کوئی آٹھ سال قبل ہونے والا معاہدہ تقسیم آب کا مسئلہ مدراس اور حیدرآباد کی حکومتوں کے مابین زیر غور ہے خواہ آٹھ سال کے عرصہ میں اس خصوص میں کیا کارروائی ہوئی پبلک معلوم کرنے کا حق رکھتی ہے۔ تنگبھدرا کے پانی سے استفادہ کرنے کا حق میسور کے مقابلہ میں حیدرآباد کو بہت زیادہ ہے اور مدراس کے مقابلہ میں حیدرآباد کو اس دریا کے پانی سے کم از کم بقدر نصف مستفید ہونے کا حق حاصل ہے۔ مگر نہیں معلوم کہ اس کے باوجود یہ مسئلہ اب تک کیوں معرض التوا میں پڑا ہوا ہے۔

صوبہ مدراس کے اضلاع مفوضہ کی رعایا کے لئے تنگبھدرا پراجکٹ جس قدر کہ اہم ہے اسی قدر وہ ضلع رائچور کی رعایا کے لئے اہم ہے۔ اضلاع مفوضہ کی رعایا اس پراجکٹ پر جس قدر کہ زور دے رہی ہے اسی قدر زور رائچور کی رعایا کی جانب سے بھی دیا جا رہا ہے۔ رائچور دوآبہ کی رعایا کو تنگبھدرا کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے مستفید ہونے کا حق قدرتاً حاصل ہے بنا بریں یہ مسئلہ اس قابل ہے کہ حکومت کی فوری توجہ مبذول ہو۔ اگر تنگبھدرا پراجکٹ کی اسکیم روبہ عمل آ جائے تو نہ صرف رائچور کی رعایا آئے دن کے قحط کی مصیبتوں سے نجات حاصل کرے گی۔ بلکہ ہندوستان کے دائمی غذائی مسئلہ کے حل ہونے میں مدد دے گی۔

زائد راتب پانے کے مستحق کون ہیں

حکومت سرکار عالی نے بحکم رسد ممالک محروسہ سرکار عالی بابت راشننگ اسکیم کے تحت یہ فیصلہ کیا ہے کہ حسب ذیل پیشوں کے اشخاص کو راتب بندی کے تحت زائد راتب دیا جائے گا۔

(۱) جسمانی محنت کرنے والے اشخاص (۲) بوجھ اٹھانے اور آٹا پیسنے والے مزدور (۳) بڑھئی اور ان کے مزدور بشمول آرہ کش (۴) معمار اور ان کے مزدور (۵) اینٹ بنانے والے اور ان کے مزدور (۶) سنگ تراشی کا کام کرنے والے (۷) دھوبی (۸) مالی (۹) ہاتھ سے ٹھیلا چلانے والے (۱۰) موٹر لاری ڈرائیور (۱۱) حمال (قلی) (۱۲) گاڑی کھینچنے والے (۱۳) رکشا چلانے والے (۱۴) باورچی (۱۵) گھر کے باورچی (۱۶) چپراسی (۱۷) حاملہ عورتیں (۱۸) دودھ پلانے والی عورتیں (۱۹) بچے (۲۰) خاکروب (۲۱) ماہی گیر (۲۲) بھنگی (۲۳) لوہار (۲۴) کانوں اور کارخانوں ...

ایسے اشخاص جو زائد راتب پانے کے مستحق نہ ہوں گے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) پیشہ کار قانون پیشہ (۲) تجارت دار (۳) ڈاکٹر (۴) عہدہ داران سرکاری (۵) منیجر (۶) اساتذہ (۷) طلبا

(۸) کمپوزیٹر (۹) طابع (Printer) (۱۰) گھوڑے کی گاڑی ..... (۱۱) انجینئری کا کام کرنے والے (۱۲) ڈھلائی کا کام کرنے والے (۱۳) کنڈکٹرس (۱۴) مشین ساز (الکٹریشین) (۱۵) ... بنانے والے (۱۶) کوئلہ چھانٹنے والے (۱۷) ہوٹلوں کے ملازم (۱۸) باورچی (۱۹) ہوٹلوں کے ملازم (۲۰) دکاندار (۲۱) ... (۲۲) اسٹینوگرافر (۲۳) ٹائپسٹ (۲۴) اخبارات فروخت کرنے والے (۲۵) دربان (۲۶) موٹر کے کلینر (۲۷) ... (۲۸) ڈرائیور (۲۹) گاڑی والے (۳۰) چھوٹی گاڑی چلانے والے (۳۱) سینما میں کام کرنے والے (۳۲) کتب فروش (۳۳) ... ساز (۳۴) مکانوں کی رنگ سازی اور آرائش کا کام کرنے والے (۳۵) پٹرول پمپ پر کام کرنے والے (۳۶) ...

نوٹ۔ اس سلسلہ میں مزید تفصیلات محکمہ ... سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

(اطلاعات)

راتب بندی کے اجناس میں آمیزش

عوام کی شکایت کا ازالہ

حیدرآباد۔ ... ماہ ستمبر یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ ... کی ان شکایات کے پیش نظر کہ راتب بندی کے اجناس میں ... دوکانوں پر حاصل کئے جاتے ہیں مختلف قسم کی آمیزش ہوتی ہے حکومت سرکار عالی نے اس شکایت کو رفع کرنے کے لئے ... گودام ایک سیکشن کا تیکولوچا اور ... سیکشن ناہیلی ... کو ہدایت کی ہے جہاں راتب بندی کے اجناس کی ... تب چھان کر آمیزش سے پاک کیا جائے گا اور اس کے بعد ... کو تقسیم کے لئے راتب بندی کی دوکانات کو سپلائی کیا جائے ... اس طرح عوام کی اس فوری شکایت کا ازالہ ہو جائے گا ... قسم کے اجناس حاصلین کو مل سکیں گے۔

... یونائیٹڈ پریس کو دریافت پر یہ بھی معلوم ہوا کہ ... جات راتب بندی دفتر صدر سرکار عالی اپنے روزمرہ ... راتب بندی اور عوام کی جائز شکایات کی روشنی میں ... بغرض اصلاح نئی تدابیر پر غور و خوض کرتے ہیں جس ... ایک یہی مثال غلہ کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک کرنے ... دو گوداموں کے قیام کا فیصلہ ہے۔

یونائیٹڈ پریس کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ... سرکار عالی کی جانب سے راتب بندی کی دوکانات ... جوار کے ذخائر کو کم کیا جا رہا ہے۔ اور ان کے ... جوار کی بجائے میں ... دیا جا رہا ہے ... تاکہ جو ... چپل جوار کو پسند نہیں کرتے وہ اس کے عوض ...

(یونائیٹڈ پریس)

آنے والے طوفان کا پیش خیمہ

کریمیا میں سرخ فوج کی جو وجہ آخر کامیاب ہوکر
... بحیرۂ اسود کے بحری اڈے، سباستوپول پر سرخ فوج کا
... کریمیا کی فتح کا آخری باب ہے۔ کریمیا کی لڑائی میں تقریباً
... بیت گئے۔ لیکن سباستوپول پر صرف تین روز میں قبضہ ہو گیا۔
... کی کامیابی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے
... جرمنوں نے اس کی ہر ممکن طریقہ پر قلعہ بندی کی تھی۔ بعض علاقے
... پر پہلی جوڑی قلعہ بندی کی گئی تھی، جہاں قدم قدم پر توپیں
... تھیں۔

دو برس پہلے جب جرمنوں نے سباستوپول پر حملہ کیا
تھا تو انہیں محاصرہ توڑنے میں آٹھ ماہ لگ گئے تھے اور تیس ہزار
... سپاہی کام آئے تھے۔ موجودہ لڑائی میں بھی انہیں کثیر
نقصانات برداشت کرنا پڑے۔ ان کے ساٹھ ہزار آدمی
مارے گئے اور پچاس ہزار قیدی بنائے گئے۔ اس کے علاوہ
... اور مختلف قسم کے ۱۰۰ جرمن بحری جہاز غرق کر دئے گئے۔

سوویٹ اخبارات سے معلوم ہوتا ہے سباستوپول
پر قبضہ ہو جانے کے بعد مشرقی محاذ پر نئے حملے کی سرگرمیاں
دوبارہ شروع ہو جائیں گی۔ "پراودا" لکھتا ہے: "رومانیہ کے
... سباستوپول کے سقوط کی خبر سن کر چوکنا ہو گئے ہوں گے۔ اب ان
کے ... اعمال کی سزا کا وقت قریب آ رہا ہے۔" اسی طرح
... لکھتا ہے: "سباستوپول پر چڑھائی آنے والے
طوفان کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے متعلق خود ایک جرمن مبصر نے
لکھا ہے کہ مشرقی محاذ کا سکوت ٹوٹنے والا ہے۔"

حال میں کچھ امریکی اور برطانوی نامہ نگاروں
نے یوگوسلاویہ کی آزادی کمیٹی کے رہنما اور آزاد فوج کے سپہ سالار
مارشل ٹیٹو سے ملاقات کی۔ ان کی رائے ہے کہ مارشل ٹیٹو
دوسرے محاذ کے کھلنے کے منتظر ہیں۔ ساتھ ہی ان کا خیال
ہے کہ روسی فوجیں جرمنی کی طرف مغربی سمت سے پیشقدمی
کرنے والی ہیں۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دوسرا
محاذ قائم ہونے کے بعد جرمنوں میں اتنی سکت باقی نہیں
رہے گی کہ وہ یوگوسلاویہ میں سخت حملے جاری رکھیں۔
یہی نہیں بلکہ یوگوسلاویہ کی عوامی فوج کو جوابی
حملے کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس سے زیادہ اہم ان
کا بیان ہے کہ یوگوسلاویہ آزاد ہو جانے کے بعد وہاں
کے ایک لاکھ پچاس ہزار سپاہی کسی جگہ بھی کام آ سکتے ہیں۔
یوگوسلاویہ کے حوالے سے اس محاذ پر ... نہایت متضاد ...
... کہ اگر ان آزاد شدہ علاقوں کو بھی گنا جائے جو ادھر ادھر
بکھرے ہوئے ہیں تو آسانی سے کہا جا سکتا ہے کہ نصف
یوگوسلاویہ آزاد ہو چکا ہے۔

ان حالات میں جرمنی پر اتحادیوں کی یلغار کی
... رنگ لا رہی ہے۔ ہٹلر کا ... اخبار ...
... نازی حلقوں کی گھبراہٹ کا پورا ...

کرتا ہے: "جرمنوں کو ابھی سے یقین ہو گیا ہے کہ فرانس، بلجیم
اور ہالینڈ پر مسلسل بمباری اس لئے کی جا رہی ہے کہ اتحادی جرمن
یورپ میں اترنے والے ہیں۔ برلن کے فوجی حلقے خوب جانتے ہیں
کہ برطانیہ اور امریکہ کی فضائی برتری آنے والے حملوں میں بہت
اہم ثابت ہوگی۔" سویڈن کی ایک خبر رساں ایجنسی کے نامہ
نگار مقیم برلن نے بھی اطلاع بھیجی ہے کہ اتحادیوں کی بمباری
بڑے حملہ کا پیش خیمہ ہے اور اس ہفتہ جرمنی میں فوجی اور
سیاسی حلقے پریشان نظر آتے ہیں۔

اسٹاک ہوم کے ایک اخبار کا جرمن نامہ نگار اٹلی
کے محاذ کے متعلق رائے ظاہر کرتا ہے کہ یہاں کی سرگرمیوں کو
دیکھ کر نازی اب اتحادیوں کے ارادے سمجھنے لگے ہیں اور توقع
کرتے ہیں کہ یہاں لڑائی شدت اختیار کرے گی۔ واقعہ بھی یہ
ہے کہ اٹلی میں اتحادیوں کی سرگرمیوں کو ان کی اصلی وسیع پیمانہ
کی سرگرمیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ جنرل الگزینڈر نے
بڑی ہوشیاری سے آٹھویں فوج کو ساحل ایڈریاٹک سے ہٹا
کر کیسنو اور بحر روم کے درمیان تیس میل لمبے محاذ پر اپنی تمام تر
طاقتیں اکٹھا کر دی ہیں۔ اس حملہ کو شروع ہوئے مشکل سے
پانچ دن گزرے ہیں لیکن اتنے قلیل عرصہ میں اتحادی فوجوں
نے جن میں ہندوستانی خاص اہمیت رکھتی ہیں کئی اہم مقامات
پر قبضہ کر لیا ہے۔ ان کی دو اہم کامیابیاں یہ ہیں کہ انہوں
نے گریلیانو دریا کو پار کر لیا ہے اور گسٹاف لائن
توڑ ڈالی ہے۔

اٹلی کے محاذ پر اتحادیوں کی سرگرمیاں یورپ
میں بڑے حملہ کی دراصل تمہید ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اٹلی
میں زیادہ سے زیادہ جرمن فوجیں پھنس جائیں تاکہ دوسرا
محاذ قائم ہونے کے بعد ہٹلر کو اپنی بیان کردہ فوجوں سے کمک
حاصل کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ اٹلی کے محاذ کو بس اتنی ہی
اہمیت دی جا سکتی ہے۔ یہ سمجھنا غلطی ہوگی کہ اٹلی ہی میں دوسرا
محاذ قائم ہو رہا ہے۔

دوسرے محاذ کھلنے کا وقت جیسے جیسے قریب
آتا جاتا ہے، رجعت پرست عناصر طہران کانفرنس کے
فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے سے روکنے کے لئے طرح طرح کے
پروپگنڈے کر رہے ہیں۔ جنرل فرانکو نے جو فاشسٹوں کا زبردست
حامی ہے، حال میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "بالشویک خطرہ
اور یورپ میں مہذب اقوام کی لڑائی اسپین کی نظر میں دو مختلف
مسائل ہیں۔" مطلب یہ ہے کہ لڑائی تو جاری رہنی چاہئے لیکن یورپ
کی تمام رجعت پرست طاقتوں کو بالشویک خطرہ کا پہلے مقابلہ
کرنا چاہئے۔

اسپین کی فاشسٹ فوج سے مخاطب ہوتے ہوئے
اس نے کہا کہ تم میں سے جو لوگ روسی محاذ پر لڑ چکے ہیں وہ اس
بات سے واقف ہو چکے ہوں گے کہ کمیونزم کے جراثیم ... سالہا سال
نے روسی عوام کو کتنی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہمیں
ہر ... سے ... محفوظ رہنا چاہئے۔" سوویٹ اخبارات
نے فرانکو کی اس گفتگو کی خوب خبر لی ہے۔ اور بتایا ہے کہ
فرانکو کا اصل کیا مقصد ہے۔

سوویٹ روس کے ایک مشہور اخبار "جنگ اور مزدور طبقہ"
نے ان امریکی اور برطانوی فاشسٹ جوڑ توڑ کی خبر لی ہے جو
دوسرا محاذ قائم کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں
بھی ہمیں اس قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ "ٹائمز آف
انڈیا" کے نامہ نگار لندن نے ایک برطانوی اخبار کا حوالہ دیتے
ہوئے لکھا ہے کہ "روس کو ہماری اُن مشکلات کا علم
نہیں ہے جو دوسرے محاذ کے لئے فوجیں اور سامان بھیجنے
میں پیش آ رہی ہیں۔"

ایک پندرہ روزہ اخبار "سوویٹ یونین ٹوڈے" کے
نام سے نئی دہلی سے شائع ہو رہا ہے۔ اس کے اڈیٹر ایک
سفید روسی (انقلاب دشمن) ہیں۔ اخبار کے ... کا اندازہ
روپے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کافی روپیہ صرف کیا جا رہا
ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "ابھی تک روسیوں نے یہ بات نہیں سمجھی
کہ بحری راستوں سے فوجیں اتارنے کی زبردست اہمیت ہے
جو دشمن کے خلاف کارگر ثابت ہوتی ہیں۔" یورپ میں دوسرے
محاذ کے لئے فوجیں اتارنے میں جو دیر ہو رہی ہے اسے وہ
حق بجانب سمجھتا ہے۔

اس قسم کے گمراہ کن پروپگنڈہ کا "جنگ اور مزدور
طبقہ" نے اچھی طرح جواب دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس قسم
کا پروپگنڈہ کرنے والوں کے دن اب پورے ہو گئے ہیں۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

"جب آپ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہیں تو یقیناً یہ امر باعث تکلیف ہوتا ہوگا کہ فی الحقیقت ایک مالدار آدمی کو کیا حق ہے کہ وہ عوام کی کمائی ہوئی ساری پونجی کو اپنی تجوریوں میں بند کرے" فرمایا "قائد ملت" مولوی بہادر خاں صاحب نے جو خیر سے خود بھی مالدار آدمی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا "قائد ملت" نے اگر میں مسلمان نہ ہوتا تو سوشلسٹ بلکہ کمیونسٹ ہوتا" تو کیا ہم سمجھیں کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے مولوی بہادر خاں صاحب کے لئے اب "یہ امر باعث تکلیف" نہیں ہوتا کہ عوام کی کمائی ہوئی پونجی مالداروں کی تجوریوں میں بند رہے" (قومی جنگ)

"ڈان" نے اپنی ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں مراسلہ نگار کو یہ شکایت ہے کہ:

"جو لوگ مہاتما گاندھی کے کانگریس کو تو برے بتاتے ہیں ان میں بہتوں کے جسم پر کھدر پوش ہوتا ہے یہ کانگریسی مسلک بھی رکھتے ہیں اور جن سے پیدا شدہ حالات سے فائدہ اٹھاتے اور اپنی جیب بھرنے کے لئے انہوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ اس طبقہ کی شرمناک نفع اندوزی کی ابتداء اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ کانگریسی لیڈر نظر بند کر دئے گئے تھے۔ نفع اندوزی کا بھوت اب تک ان کے سر پر سوار ہے۔ یہ بددیانت نفع اندوز ہندوستان کے لاکھوں غریبوں کو لوٹ چکے ہیں۔ گاندھی جی کے ورشن کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر کے اپنی وفاداری ثابت کرنا چاہتے ہیں"

• ایک پرانا مقولہ اب کھدر پوشی پر بھی صادق آرہا ہے۔

"ستار عیوب وقاضی الحاجاتی"

دارالسلام میں راشن بندی کے تبلیغی جلسہ میں "قائد ملت" نے فرمایا:-

"راشن بندی اب جبکہ ہمارے سر ول پر طاعون، ملیریا اور ہیضہ کی وبا کے طور پر منڈلا رہی ہے ہمیں چاہئے کہ اس آسمانی مصیبت کے مضرات پر غور کریں"

"قائد ملت" کی پبلک زندگی کو سمجھا یا جاتا ہے کہ گہرے مطالعہ سے کوئی سروکار نہیں رہا۔ اس کے باوجود راشن بندی کو ایک وبا سے تعبیر کرنا ضروریات حاضرہ سے ایک ایسی ناواقفیت کی دلیل ہے جس کو کوئی باشعور پبلک اپنے لیڈر سے متعلق گوارا نہیں کر سکتی۔ اگر منشا یہ تھا کہ عوام کے سنگ میں رنگ کر ان کے مذاق کے مطابق گفتگو کی جائے تو پھر رہبر و رہرو میں فرق کیا باقی رہ جاتا ہے۔

مجلس کے سالانہ اجلاس ورنگل کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان مشاعرہ ترتیب دیا جا رہا ہے جس میں ممتاز شعراء حصہ لے رہے ہیں۔ (ایک خبر)

اگر اس مشاعرہ کا مصرعہ طرح حسب ذیل ہوتا تو بہتر ہوتا۔

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا۔

مہاراشٹرا منڈل کی سرپرستی میں ایک تقریر کرتے ہوئے مسٹر پرکٹ رائے نے کہا کہ سنسکرت ہندوستان کی عام زبان ہونی چاہئے۔ (ایک خبر)

"دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو"

جب سے یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ حاملہ عورتوں کو یا دو برس سے کم عمر بچوں کی ماؤں کو بجائے آدھ سیر کے تین پاؤ راشن ملے گا ضبط تولید کے خلاف پرچار شروع ہو گیا ہے۔ محکمہ رسد ہوشیار باش!

تیسری آرین کانفرنس کے خطبہ صدارت میں رائے سورج چند نے حیدرآباد کے سیاسی مسائل پر بحث کرتے ہوئے فرمایا

"مسائل پروگرام میں آریہ ویر سیوا دل کی تنظیم

ہنانے کو ہی کام تھا۔ چنانچہ آریہ سماجیوں نے اس کی اہمیت کا احساس کیا لیکن جنگ کی وجہ اور موجودہ قواعد وضوابط اور ڈرل پر پابندیوں کی وجہ اس تحریک کی تنظیم میں رکاوٹیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اگر اس قسم کی پابندیاں نہ ہوتیں تو آریہ ویر سیوا دل کے علاوہ اور بھی متعدد عوامی اداروں کے رضاکاروں کی منظم جماعتیں تیار ہو سکتیں"

اب ہمیں پورا یقین ہو چکا ہے کہ آریہ سماج ایک خالص مذہبی تحریک ہے جس کو سیاسیات سے دور کا واسطہ نہیں۔ ڈرل اور ڈرل پر پابندیاں عائد کرنا یقیناً مذہب میں مداخلت ہے۔ اب آریہ ویروں کو چاہئے کہ قانون مدافعت حیدرآباد کے برخاست ہونے کے بعد اس مداخلت کے خلاف ستیاگرہ شروع کریں۔

اسی خطبہ صدارت میں رائے سورج چند نے یہ بھی فرمایا کہ

"ہماری ریاست میں ذمہ دارانہ حکومت تو کجا نظر تحریر و تقریر کی آزادی بھی حاصل نہیں"

تیسری آرین کانفرنس کا انعقاد، اس کانفرنس میں رائے سورج چند کا خطبہ صدارت پڑھنا، متعدد مقررین کی تقریریں اور قراردادوں کی منظوری یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ حیدرآباد میں تقریر و تحریر کی آزادی نہیں

ع - چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اشتراکیت کا اصل اصول صرف اتنا ہی ہے کہ قومی دولت کسی ایک طبقہ کے اندر جمع نہ ہونے پائے اور ہر فرد اپنی محنت کا مناسب معاوضہ حاصل کر سکے۔ کسی قسم کی اجارہ داری باقی نہ رہے خواہ وہ سیاسی ہو یا معاشی۔

(ایک معاصر)

معاشی اجارہ داری ختم ہو سکتی ہے لیکن سیاسی اجارہ داری تو روس میں بھی اب تک موجود ہے۔ بات یہ ہے کہ کمیونسٹوں اور جنیوں کی توہم ہے بتنا مشکل نہیں مگر ہندوؤں کی قوم بڑی سخت جان ہوتی ہے۔ یہ راجی اجارہ داری کو قائم رکھنے کے لئے جیل تک جانا گوارا کر لیتے ہیں۔

نیوگنی کیلنڈر کی چند اہم تاریخیں

جاپانیوں کا جنوبی اقدام نیوگنی پر ختم ہوگیا اور جاپانی آسٹریلیا کو منقطع کرنے کے جو خواب دیکھ رہے تھے جزیرہ ان کی تعبیر میں حائل رہا۔ جاپانیوں کو پورا یقین تھا کہ متحدین خود آسٹریلیا سے شمال کی طرف سے حملہ کریں گے اس لئے وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ نیوگنی کو متحدین کے راستے کا روڑا بنائے رکھیں۔ ذیل میں چند اہم تاریخیں درج کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ نیوگنی کو دوبارہ فتح کرنے کے لئے متحدین کا اقدام کتنا باقاعدہ اور مستحکم رہا ہے۔

یکم ستمبر ۱۹۴۲ء — متحدین نے خلیج ملنے پر فتح پائی۔
۱۰ دسمبر — فتح گونا
۱۴ — فتح بونا
۱۴ ستمبر — سلاموا پر دوبارہ فتح حاصل ہوئی۔
۱۶ — تسخیر لائے
۲ اکتوبر ۱۹۴۳ء — فنشافن پر فتح
۲ جنوری ۱۹۴۴ء — سائڈور پر
۲۴ اپریل — بوگاجم
۲۲ — ہالینڈیا پر متحدین کی فوجیں اتریں

جاپانیوں کے نقصانات پر مسٹر کرٹن کا بیان

آسٹریلیا کے وزیر اعظم مسٹر کرٹن نے جنوب مغربی بحرالکاہل میں جاپانیوں کے نقصانات ظاہر کرتے ہوئے حسب ذیل اعداد و شمار دئے ہیں۔

(۱۰۰۰۰۰) سے (۱۵۰۰۰۰) تک جاپانی سپاہی مارے گئے۔
(۵۰۰۰) سے (۶۰۰۰) تک جاپانی ہوائی جہاز تباہ ہوئے
(۱۳۰) سے (۱۴۰) تک جاپانیوں کے بحری جنگی جہاز غرق ہوئے۔
(۳۰۰) سے (۲۰۰) تک جاپانی تجارتی جہاز ڈوبے۔

انزیو سے اتحادی اقدام

لندن ۲۳ مئی۔ انزیو سے جو بڑا اقدام کیا گیا ہے آگ اور فولاد کے طوفان سے شروع کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ اتحادی سسٹرنا اور لیتوریا کے قریب شاہراہ ایپین کی سمت میں بڑھ رہے ہیں۔ ایک اتحادی نامہ نگار کہتا ہے کہ بڑھنے والے دستے کورہ اور کیسٹرنو کے درمیان کی سڑک پر آگئے۔

جنوبی افریقہ کی چھٹی ڈویژن کے سپاہی وادی لیری میں لڑائی میں مصروف ہیں۔

اب اس کا اظہار کیا گیا کہ برطانوی دسویں کور نے ان طویل اور پیچیدہ کاروائیوں میں نمایاں حصہ لیا جن کا انجام پانچویں فوج کے سامنے کاسینو پہنچنے پر ہوا۔ ہم نے (۱۲) دن پیشتر جبکہ جارحانہ حملوں کی ابتدا ہوئی تھی) اب تک دشمن کے کل ۹۰۰۰ سے زائد افراد کو جنگی اسیر بنالیا ہے۔

امروزہ اتحادی اعلامیہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ دشمن کے علاقے کے مورچوں میں پانچویں فوج کو جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس میں ایسے مستحکم مورچوں کا مقابلہ کرنا پڑا تھا جن کے اطراف زبردست خندق زنی کی گئی تھی اور دشمن کی بڑی بڑی تیار کی ہوئی سرنگوں سے بھی دوچار ہونا پڑا تھا۔

پانچویں فوج کے کمانڈر جنرل کلارک بذات خود ان اقدام کی سرکردگی کررہے ہیں اور مقام جنگ پر بھی موجود تھے تاکہ اس اقدام کی ابتدا کا مشاہدہ کریں۔ گزشتہ دس دنوں میں اتحادی گرزدوں نے (۳۰۰۰) ٹن ساحل سمندر پر گرائے۔

آج صبح برلن میں ایک جرمن جنگی نامہ نگار نے کہا کہ اتحادیوں نے انزیو کے مورچے میں اور سسٹرنا کے قریب زمین حاصل کرلی ہے۔

روما کی ایک رپورٹ مظہر ہے کہ اس مورچے کی لڑائی میں توپوں کی آوازیں الابیہ کے صدر مقام پر بھی صاف صاف سنائی دے رہی ہیں۔ لیکن اس رپورٹ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ روما کے لوگ پرسکون حالت میں ہیں۔

بارہ سال سے کم عمر بچوں کے لئے ایک یونٹ ناکافی ہے

حیدرآباد ۲۰ تیر۔ انجمن انسداد قلت و گرانی اجناس کی مجلس عاملہ کا ایک جلسہ ۷ تیر کو منعقد ہوا جس میں طے پایا کہ ارباب متعلقہ کو توجہ دلائی جائے کہ راشن بندی کی دکانوں پر جو پیلی جوار فروخت ہورہی ہے وہ نہایت ناقص ہے۔ شہر میں اس کا استعمال ممکن نہیں۔ ممالک محروسہ کے بعض اضلاع مثلاً محبوب نگر اور نلگنڈہ وغیرہ میں پیلی جوار استعمال ہوتی ہے لہذا ایسے اضلاع کے لئے پیلی جوار صرف کی جائے اور شہر حیدرآباد کے لئے صرف سفید جوار فراہم کی جائے۔ بچوں کے راشن کی نسبت قرار پایا کہ بارہ سال کی عمر تک کے بچوں کے لئے ایک یونٹ بالکل ناکافی ہے۔ چھ سال کی عمر تک ایک یونٹ اور اس سے زیادہ عمر کے بچوں کے لئے دو یونٹ مقرر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ بچوں کی راشن کی موجودہ مقدار سے مطمئن نہیں ہیں۔ حالیہ جلسوں میں اس کی نسبت بکثرت شکایتیں پیش ہوئی ہیں۔ لہذا مجلس عاملہ توقع کرتی ہے کہ اس مسئلہ پر ہمدردانہ اور عاجلانہ غور فرمایا جائے گا۔

دفتر کمشنری پارچہ و سوت سرکار عالی حیدرآباد دکن

اعلان

نشان (۱۵) — مورخہ ۱۲ تیر ۱۳۵۳ف

بہ نفاذ اون اختیارات کے جو مجھ کو حکم نگرانی پارچہ و سوت بابتہ ۱۳۵۲ف کے فقرہ (۱۵)(۳) کے ذیلی فقرہ (ج) کے حاصل ہیں حکم دیا جاتا ہے کہ تیار شدہ چادروں کا ہر بیوپاری ایسی چادروں پر ایک چٹھی لگائے جس میں مندرجہ ذیل امور کی صراحت کی جائے۔

(۱) کپڑے کی قیمت

(۲) چادریں خورد وغیرہ لگانے کے اخراجات۔

(۳) چادر کی قیمت۔

سی۔ اے۔ ریلیہ
کمشنر پارچہ

وفاقِ عرب کی تحریک

از

جناب عبدالرحمٰن صدیقی صاحب

سنون میلادیہ کی انیسویں صدی کے آخری پچاس برس اور بیسویں کے پچیس برس میں عالم اسلام جس طرح تباہ و برباد ہوا اُس کی نظیر یا تو ہلاکو کے بغداد کے حملے اور خلافت بنو عباس کی بربادی میں یا اندلس کے آخری مسلم حاکم ابو عبداللہ کے غرناطہ سے خروج میں ملتی ہے، ورنہ یہ داغ تیموری گل ہو گیا۔ وسط ایشیا (۱۸۰۷ء) میں روسی اثر و نفوذ قدم بقدم بلکہ میل میل بڑھتا چلا گیا۔ یورپ میں قفقاز، کریم، آزوف وغیرہ ہاتھ سے نکل گئے۔ اور مصطفیٰ کرہ پاشا کے ویانا ( ) کے محاصرے کی ناکامیابی نے خاندان آل عثمان کے اردو پائے مکان کے جو دروازے دشمنان اسلام کے لئے کھول دئیے تھے وہ ۱۹۱۸ء تک برابر کھلے ہی رہے۔ یکے بعد دیگرے روم ایلیا، وغیرہ، بلغارستان، سربستان، البانیا، یونان اور ۱۹۱۲-۱۳ء کی جنگ کے بعد مقدونیا ترکوں کے ہاتھ سے چھین گئے۔ یورپ میں اب اُن کے پاس استانبول اور اس کے محافظ چناق کے قلعے اور ان کے عقب میں اعظم یورپ میں عثمانی سلاطین کا پہلا پایہ تخت ادرنہ ( ) رہ گئے ہیں۔ اسی زمانہ میں فرانس کی حکومت نے مراکش، الجزائر اور تونس پر اپنا سکہ جمایا اور برطانیہ کی شرکت میں مصر کے خدیو محمد علی پاشا کے زمانے سے ترکی اثر کو ہٹا کر اپنے قدم جمانے شروع کئے تا آنکہ انگریزوں نے بلا شرکت غیرے دریائے نیل کے کنارے اپنی حمایت قائم کر لی اور مغرب میں فرانس کو انگریزی مزاحمت سے آزاد کر دیا۔

ہندوستان کا انگریزی سلطنت میں آنا اسلامی دنیا کے لئے قیامت ہو گیا۔ روس اور انگلستان کی ایشیا میں باہمی رقابت نے اس میں اور آگ لگا دی۔ اس کی وجہ سے افغانستان کو غیر معمولی اہمیت ملی اور درہ خیبر کے عسکری نقطے کے آس پاس دونوں سلطنتوں کی شرارتیں اور سیاسی چالاکیاں گھومتی اور منڈلاتی رہیں۔ ایران روسی اور برطانوی سیاسی سورماؤں کی جولانگاہ اور تنظیمات حاصل کرنے والی ٹولیوں کا اکھاڑہ بن گیا۔ رفتہ رفتہ ۱۹۰۷ء میں روسی ریچھ اور برطانوی شیر نے اس کے دو ٹکڑے کر لئے۔ عراق میں دجلہ اور فرات میں جہاز رانی کے حقوق ( ) کمپنی نے حاصل کئے اور سر ولیم ولکاکس ( ) نے ان نہروں پر بند بنا کر ملک کو سیراب کرنے کی تجویز کا مطالعہ شروع کیا۔ تجارتی اور اقتصادی حقوق سیاسی شرارت کا پیش خیمہ ہوا کرتے اور یہی عراق میں ہوا۔ انگریز اپنے آپ کو پانی کا تیر سمجھتے ہیں۔ اور اپنی نسل کو "برطانیہ دریا کی موجوں پر حکومت کرتا ہے" اور اس قسم کے دیگر گیت سکھلا کر دوسروں پر دھاک جماتے رہتے تھے۔ جبل طارق سے، مالٹا اور وہاں سے نہر سویز تک کا راستہ اُن کے ہاتھ لگ گیا اور بحر روم گویا ایک انگریزی جھیل بن کر رہ گیا۔ اب ان کے سیاسی اور عسکری ماہرین کی جبینیں بڑھیں اور جادہ احمر جو شام کے کنارے سے ہندوستان کی حدود تک پہنچ جاتے اس کے قیام کی تجویز اور اس کے عمل میں لانے کی ترکیب پر غور کرنے لگے۔ اس کی وجہ ایک اور بھی ہوئی۔ جرمنوں نے استنبول سے بغداد تک ریل بنانے کے حقوق حاصل کر لئے۔ اس پر انگریز بے حد گھبرائے کیونکہ اگر جرمن خلیج فارس پر پہنچ جاتے تو انھیں خوف تھا کہ پھر ہند اور خود ہند میں اُن کی حکومت کے لئے خدشہ پیدا ہو جاتا۔ دوسری طرف سلطان عبدالحمید خان ثانی کی حجاز ریلوے بھی بنی شروع ہو گئی تھی۔ جس سے نہ صرف عرب ممالک کی مدافعت میں امداد ملتی بلکہ اگر ترکی کی شمالی حدود پر دشمن حملہ کرتا تو شام اور عراق سے افواج لانے میں سہولت ہوتی۔ بغداد اور حجاز ریلوے کا اتصال ابھی ہونے نہ پایا تھا کہ انگریزوں نے سلطان پر زور ڈالا کر جرمن ریلوے کو چھوڑ دیا اور کویت کو ریل کا آخری نقطہ بنانا قبول کر لیا۔ اگر ۱۹۱۴ء میں جنگ نہ چھڑ گئی ہوتی اور بغداد ریلوے اور حجاز ریلوے بن گئی ہوتیں تو کیا عجب ہے جو سلطنت عثمانیہ کو وہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے جو اسے ۱۹۱۸ء میں دیکھنے پڑے۔ جرمنوں کی مخالفت میں فرانس نے انگریزوں کا ساتھ دیا۔

ترکی کو توڑنے کا بہترین طریقہ عربوں میں بغاوت پھیلانے کا تھا۔ عربوں کو ترکوں سے لڑانے کی خفیہ اور علانیہ کوششیں شروع ہو گئیں اور عرب رہ رہ کر کہنے لگے۔ سلطنت عثمانیہ میں کوئی دیوانی یا عسکری عہدہ ایسا نہیں تھا جو عرب حاصل نہ کر سکتے تھے۔ صدارت عظمیٰ پائی۔ عربوں کو [illegible] والی دنیا اور غیر عرب ہوئے۔ [illegible] ملک میں فرق ( ) [illegible] ( ) میں عرب بہت منتخب ہوئے۔ ترکی کی حکومت کے پہلے دور میں ہر عہدے کے بلا تفریق عرب اور ترک برابر کے حقدار تھے۔ عرب، یہودی، کرسچن، یونانی اور دیگر غیر مسلم اقوام بھی وہی حقوق رکھتی تھیں جو مسلمان ترک۔ اور جرمن کی مخالفت انگریزوں اور فرانسیسیوں کو قریب تر لے آئی لیکن ان کی بڑی رقابت قائم رہی۔ انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اثر کو دیکھ کر فرانس گھبرایا۔ مصر سے انگریز فرانسیسی اثر کو آہستہ آہستہ دفعہ کر رہے تھے، عراق میں بھی خلیج فارس کی راہ سے ان کو پاؤں جمانے کا موقع ہوا تھا۔ اگر شام میں بھی یہ پاؤں جم گئے تو نہ صرف چاروں جانب کی گھیرا بندی پکی ہو جاتی بلکہ فرانس کے افریقی اور ایشیائی رقبے بھی معرض خطر میں آ جاتے۔ لہٰذا اُنھوں نے شام میں اپنی کارروائی شروع کر دی۔ صلیبی جنگوں کے زمانے سے فرانسیسی پادری شام اور لبنان میں مدرسوں اور گرجا گھروں کے ذریعے سے دینی تعلیم کے علاوہ ویسے ویسے ایک نئی صلیبی جنگ کی بنیاد ڈالتے رہتے تھے اور یہ کام عیسائی عربوں کی وساطت سے ہو رہا تھا۔ جوں جوں ترکی حکومت میں کمزوری آتی گئی توں توں اس کام میں زور آتا چلا اور فرانس کے حلیف روس نے بھی اس میں پوری امداد کی۔ کامیابی کی ایک وجہ اور بھی ہوئی۔ عرب، ترک، ایرانی اور مصری نوجوان اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے عموماً فرانس کی درسگاہوں میں جاتے تھے کیوں کہ جہاں انگریز صرف تجارت کے ذریعہ سے آگے بڑھتا ہے وہاں فرانس والے مدرسوں کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ مصر، ترکی، اور شام اور خاص کر لبنان میں جہاں کی آبادی زیادہ تر مارونی ( ) عیسائیوں کی ہے۔ فرانسیسی مدرسے پھیلے ہوئے تھے۔ اور طلباء یورپ کی زبانوں میں اکثر فرانسیسی ہی سیکھتے تھے اور اس طرح فرانسیسی خیالات کی تعلیم ان ممالک میں برابر ہوتی رہی۔ حکومت نے عرب نوجوان طلباء پر اپنا جال پیرس اور سوان پے لی ایر ( ) کی درسگاہوں میں پھیلایا اور ان میں قومیت کی تحریک شد و مد سے برپا کی۔ قونصل اور قونصل خانوں کے ذریعے خفیہ کتابیں ملک میں تقسیم کی گئیں اور ہر قسم کی مالی اور دیگر سے بھی مدد پہنچائی۔ لبنان کی پہاڑیوں میں کئی مرکز قائم ہوئے جہاں گولہ بارود اور توپیں پہنچائی گئیں۔ بلقان کی جنگ میں ترکی کی ہزیمت سے فائدہ اٹھا کر عرب انقلاب کی پوری تیاری کر لی گئی تھی۔ شیخ عبدالعزیز شاویش مرحوم اور طلعت بیگ مرحوم نے اور [illegible] پیش کر کے اس آگ کو بھڑکنے سے روکا۔

اوّل۔ اصول لامرکزیہ ( )

قبول کر کے ہر عرب ولایت کو خود مختار حلقہ مقرر کیا اور اس کا اعلان ایک ارادہ سنیہ کے ذریعہ تمام عرب ممالک میں کر دیا۔ ترکی اور عربی زبانوں کو برابر کا درجہ دیا۔ دوسری [illegible] مدینہ منورہ میں کلیۃ العربیہ کے قیام کی تھی۔ جس کا سنگ بنیاد انور بیگ مرحوم نے رکھا تھا۔ مسٹر [illegible] ( ) وستہ عرب انقلاب کی جو ( ) تاریخ لکھی ہے اور دیگر کتب میں جو انگریزی اور یورپ کی دوسری زبانوں میں شائع ہوئی ہیں وہ صرف اتنی [illegible] سمجھتے ہیں کہ شام اور لبنان کے عرب دشمنی میں [illegible] دین کی نسبت زیادہ دینی تعصب اور [illegible] شرارتوں کا شکار ہو گئے۔ ترکی اسلامی حکومت کو تباہ کرنے کے لئے صلیبی جنگوں کے سورماؤں کی روحوں کی یاد تازہ

ترکی کے دور میں یہودی کی نجات والے داروں میں سے تھے نام بھی تاریخ کے دور تک لکھوانا چاہتے تھے۔ مسلم عرب طلبا بھی آزادی کی تحریک سے متاثر ضرور ہوئے تھے۔ اور سلطان عبدالحمید خان کی جابرانہ حکومت سے وہ بھی نالاں تھے جیسے کہ خود ترک لیکن ان حضرات میں اکثر نے جو اب مجھ کو دیا اس سے زیادہ کی عرض میں نے خود مجھ سے کئی مرتبہ کہا ہے کہ ہمارا ارادہ آسٹریا ہنگری کی طرح سلطنت کو دو بڑے ایک ترکی اور عربی حکومت کے قیام کا تھا ہم ترکوں کے دشمن نہیں تھے بلکہ ہم عرب آزادی کے حامی تھے کیونکہ ہم عربی تمدن اور ثقافت کو ترکی تمدن سے اونچا اور بہتر سمجھتے تھے۔ ہم استانبول کے سلطان کو بادشاہ اور خلیفہ قبول کرنے کو آمادہ تھے لیکن مجلس شوریٰ ہم عرب ممالک کے لئے علیحدہ چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں ان احباب نے اس کا بھی بات بعد اعتراف کیا کہ ہم ترکوں سے بالکل الگ اس وجہ سے بھی نہیں ہونا چاہتے تھے کہ ہم میں بیرونی حملے کی مدافعت کرنے کی نہ تو طاقت تھی نہ صلاحیت حفاظت کے لئے ہمیں ترکی سپاہی کی ضرورت تھی۔ اگر ۱۹۱۴ء کی جنگ نہ ہوتی اور اگر اس میں ترک جرمنوں کا ساتھ نہ دیتے تو شاید سلطنت عثمانیہ اس وقت تک برقرار رہتی اور اس میں ایک مجلس شوریٰ استانبول میں اور دوسری دمشق یا قدس شریف میں برسر اقتدار نظر آتیں۔

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ گیلی پولی کے جزیرہ نما کی شکست انگریزوں اور فرانس والوں کو شاق گزری کیونکہ اس کے دار دانیال کے بند ہونے سے روس اکیلا رہ گیا اور اتحادی فوجیں برباد ہو گئیں۔ اتحادی کا پاسہ پلٹنے کی ایک ہی ترکیب تھی اور وہ ترکوں کو جنوب کی جانب سے کمزور کرنے کی۔ شامی عرب میں عیسائی عنصر اچھا خاصا تھا۔ بغاوت کے لئے آمادہ کرنے لگے تھے لیکن ان میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو انقلاب کا سرگروہ بن سکے۔ جنرل میکسول (Maxwell) جس کی قرارگاہ قاہرہ مصر میں تھی۔ اور سر ہنری میک مے ہن (MacMahon) جو انگریزی حمایہ کا افسر اعلیٰ بنا کر مصر بھیجا گیا تھا۔ دونوں نے فرانسیسی حکام اور عرب جاسوسوں کے ذریعے سے شریف حسین کو پھانسا۔ یہ شخص ترکوں سے اس وجہ سے ناراض ہو گیا تھا کہ اس کے لڑکے فیصل کو جس نے ایک روسی عورت کو گھر میں ڈال رکھی تھی خاندان آل عثمان کی شاہزادی سے منسوب کرنے میں سلطان وقت نے انکار کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں اسے یہ بھی شکایت تھی کہ آخری سلطان اور نئی ترکی وزارت اسے جتنا روپیہ لگتے دیتی تھی انجمن اتحاد ثلاثہ (Triple Alliance) کے روپے اور خلافت کی ہوس کا جادو چل گیا۔ شریف حسین عرب انقلاب کا سرغنہ بنا دیا گیا۔ اسے یہ فریب دیا گیا کہ علاوہ خلافت کے اسے ترکی حکومت کے ان تمام حصوں کا بادشاہ بنانے کا سبز باغ دکھایا گیا جن میں عرب آباد تھے بھی سمجھتے تھے کہ اپنے آپ کو ملک کا سمجھنے لگے اور سمجھتے تھے کہ یہی کرانی عربی وفاق کی جو برطانیہ اور فرانس کے حقوق میں اگر ہی گئی تھی سلطان ابن سعود نے شریف حسین اس وجہ سے قبول کیا تھا کہ سند یا وہ موجود رہا

رہا تھا اور جرمنوں کو فرانس کے محاذ پر کامیابی نہیں ہو رہی تھی اس کا اثر ترکی کی حکومت پر بھی نمایاں تھا۔ اصول سے بہتر بھی سمجھا کہ غالب کا ساتھ دینا زیادہ سود مند ہے وہ یہ نہ سمجھے تھے کہ ان کی خدمات کا صلہ غلامی ہوگی۔

جنگ ختم ہوئی۔ امیر فیصل اپنی عقل کل ٹامس لارنس (T. Lawrence) کو بھی عربی لباس پہنا کر اور کبھی عسکری وردی میں پیرس اور لندن میں بین الاقوامی مدبرین کی ڈیوڑھیوں کے چکر لگاتا رہا لیکن شنوائی نہیں ہوئی۔ سینٹ تک بھی ناکام ہو کر رہ گیا۔ شام اور لبنان فرانس کے حصہ میں آئے اور فلسطین، عراق، اور حجاز کی مشہور جنگ کے عقب انگریزوں کی سفارش پر فیصل کو شام کا بادشاہ فرانس نے قبول کیا۔ لیکن پہلی ہی مدت میں فرانسیسی اس سے ناراض ہو گئے اور نکال باہر کیا۔ انگریزوں نے اسے ہمدردی سے عراق پر مسلط کیا حالانکہ وہاں طالب پاشا نقیب سے بھی جس نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا بادشاہ بننے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ شریف کے دوسرے لڑکے عبداللہ کو شرق اردن کا حاکم بنایا۔ اسے فلسطین صیہونیوں کی وجہ سے نہیں دیا گیا کیونکہ ارض مقدس کو یہودیوں کا وعدہ اور تھی جو سر ہنری میک مے ہن نے شریف حسین سے کیا تھا۔ صیہونیوں کے خیال سے لارڈ آرتھر بلفور (Balfour) نے ساتھ ہی ساتھ فلسطین میں یہودی مرکز کے بنانے یہودی حکومت کے قیام کا وعدہ کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج تک یہودی اور عرب برابر لڑ رہے ہیں اور جس بین الاقوامی اصول کی بنا پر انگریز وہاں قابض ہو چکے ہیں وہ اسے سکھا سکیں گے قرائن سے معلوم ہوتے ہیں کہ موجودہ جنگ سے فائدہ اٹھا کر صیہونی حضرات انگریزوں کو عاجز کر دیں گے اور وہاں مرکز کے قومی حکومت قائم کر کے رہیں گے اسی تقدیر میں امیر عبداللہ کو شرق اردن کے ریگستان میں ڈال دیا گیا۔ وہاں وہ انگریزی عسکری حکام کی زیر نگرانی اپنی زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ اسے ضرورت کے وقت بغرض تشہیر نکال لاتے ہیں اور پھر صحرا میں واپس بھیج دیتے ہیں۔

یہ ہے مختصر عرب ممالک کی اور یہ ہے تاریخ جس سے صدی کے عربوں کی پچھلی جنگ کے نتائج عربوں کے حق میں مفید نہیں ہوئے۔ ترکی سلطنت میں وہ برابر کے حقدار تھے۔ انگریزی اور فرانسیسی تعلق کی بدولت وہ غلام بن گئے۔ اب اپنی قسمت پر رو رہے ہیں۔ عراق میں انقلابی تحریک اور خونریزی کے بعد انگریزوں نے صلح نامہ جو اور لارنس کے دوست مولود پاشا مخلص اور نوری پاشا سعید کے ذریعہ سے انگریزی رسوخ قائم ہے۔ لبنان اور شام میں ابراہیم سلطان پاشا الاطرش کی انقلابی حرکت کو فرانس نے سختی سے دبا دیا۔ فلسطین جنگ کی آگ کو وجہ جنگ نے دبا دیا ہے لیکن اس کی راکھ میں ابھی چنگاریاں باقی ہیں گو ایک ایک کر کے تمام مسلم اور عیسائی حضرات کو جنہوں نے قومی تحریک میں نمایاں حصہ لیا تھا پکڑ کر جنوبی افریقہ میں روڈیشیا (Rhodesia) میں قید کر دیا ہے۔ سنوسی اخوان اور ان کے زعماء حجاز میں آنے کے بعد نئی روشنی کے خواہاں ہوئے۔ مصر اور شام کے علاوہ پیرس اور لندن اور اب تو امریکا کی بھی سیر کر آئے ہیں اور کیا عجیب ہے

کہ وہ سلطان ابن السعود کے بعد کبھی صیہونیوں کی جماعت میں سمجھے جانے لگیں۔ یمانی حکومت اور باشندے دوسرے عربوں سے نہ صرف مذہبی حیثیت ہی سے جدا ہیں بلکہ ان کا نقطہ نظر ہر چیز میں علیحدہ ہے۔ وہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ ہی رکھنی چاہتے ہیں۔ عراق میں ایرانی، کردی اور عرب بستے ہیں ان کی زبانیں بھی الگ ہیں۔ شیعہ سنی کا قضیہ بھی موجود ہے جو سنائی کو پسند نہیں کرتا اور بدو شہری کو اب تک ذلیل سمجھتا ہے اور مدینے کے رہنے والے جو آل رشید کے مسئلہ میں اور شیعہ حضرات وہابیوں سے عاجز ہیں۔ یمن میں جو قبائل تہامہ کے ساحلی حصے میں آباد ہیں شافعی ہونے کی وجہ سے کسی پہاڑی امامی حکومت کی نگاہ میں قابل عزت اور قابل اعتماد نہیں ہیں۔

عربی تحریک بڑی نسل میں ہیں اور نہ مذہب تک۔ العرب والعربیہ کے معنی یہ ہیں کہ ہر وہ شخص جس کی مادری زبان عربی ہے وہ عرب ہے۔ اس اصول کے مطابق مراکش، الجزائر اور طونس کے بربر بھی عرب ہیں اور مصر کے قبطی اور فلاح اور نوبیا اور سوڈان کے باشندے بھی مصر میں عرب ترک اور چرکس تو ہیں وہاں کے اصلی باشندوں میں اس طرح گھل مل گئی ہیں کہ ان کی اصل نسل کا دریافت کرنا اکثر مشکل ہو جاتا ہے۔ مصر کا بادشاہ خود البانوی ہے۔ دوسرا دیگر اقوام کے افراد کا تقریباً ۹۰ فیصدی حصہ طور آنچ آسمان کی اولاد ہے یورپ کی ثقافتی اور قومی تحریکوں کا اثر عرب قوم پر بہت زیادہ پڑا ہے۔ المصر للمصریون، العراق للعراقیون کی صدائیں برابر کانوں تک پہنچتی رہتی ہیں۔ وفاق علیحدہ علیحدہ قوموں اور حکومتوں میں اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب ہر قوم اور ہر حکومت اپنے کچھ حقوق کو ایک مرکزی ادارے کے نام تفویض کر دے۔ عرب کا خون گرم ہے اور اب بھی پانی پینے اور چرانے پر جھگڑا ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہو سکے گا کہ وہ اپنے ملی، قومی، یا قبائلی حقوق کسی ادارے کے سپرد کر دے خواہ وہ کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں۔

ایک اور پہلو بھی ہے جو وفاق کے دل خوش کن خواب کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ جب تک موصل میں اور عرب میں اور الاحسا کی زمین میں تیل موجود ہے اور جب تک امریکا و یورپ کی اقوام اپنی صنعتوں کے لئے بازار اور انہیں وہاں تک پہنچنے کے لئے دریائی اور ہوائی رستوں پر قبضہ قائم کرنے کی کوشش میں مبتلا ہیں تب تک وفاق عرب اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور معلوم ہوتا ہے۔ وفاق کے کامیاب ہونے کی شرط اولین یہ بھی ہے کہ اس کے رکن آزاد ہوں چیلنج کر دینا کہ آسان نہیں لیکن اس کا کہنا کہ موجودہ حالات میں اگر عربی وفاق کی عمارت کھڑی کی گئی تو اس کی تعمیر میں تباہی اور بربادی کی صورت ضرور مضمر رہے گی۔ غلط نہ سمجھو۔ انگلستان اور فرانس دو بڑی سلطنتیں تھیں جنہوں نے اپنی عمارت دنیا بھر میں پھیلا رکھی تھی۔ جنگ کے بعد اور امریکہ کی حکومتیں اپنے حصے ہولناک حوالی کو اسی طرح رہی گئیں۔ موجودہ جو ہوا کا رخ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے البتہ اگر جمہوریت کی جنگ جمہوری صلح پر ختم ہوئی اور عرب ممالک آزاد ہوئے۔ تب آئندہ نہیں بلکہ ایک سے زیادہ وفاق

بقیہ صفحہ (۱۱)

سیاسی تعطل کس طرح دور ہو سکتا ہے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرون متوسط میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے بعض معاملات پر اشتراک کیا۔ لیکن یہ اشتراک اسی طرح کا تھا جس طرح کے دو اقوام میں ہوتا ہے جب وہ ایک حکومت پر مجبوراً زندگی گذاریں۔ مثلاً آئرستان کے لوگوں کو بھی انگلستان کے ساتھ اشتراک کرنا پڑا تھا جب آئرستان انگلستان کے ماتحت تھا۔ لیکن یہ دونوں قومیں کبھی بھی ایک نہ ہو سکیں۔ اسی طرح کا اشتراک ہنگری اور آسٹریا میں بھی ایک مشترکہ ریاست میں تھا مگر دونوں اقوام نے اپنا علیحدہ وجود باقی رکھا اور موقع ملتے ہی گذشتہ جنگ عظیم کے بعد وہ آزاد ہو گئیں۔ اگر مغلیہ سلطنت ہندوستان میں چند صدیوں تک باقی رہتی تو اس کا امکان تھا کہ بتدریج ہندوستان میں ایک قوم پیدا ہو جاتی لیکن اس کے خاتمے کے بعد بلکہ اس کی موجودگی ہی میں ہندوؤں کو اپنی علیحدہ قومیت کا احساس پیدا ہو گیا اور ایک علیحدہ آزاد ہندو ریاست قائم کرنے کی خواہش نے شواجی کی سرکردگی میں جدوجہد شروع کر دی تھی جس میں بالآخر وہ کامیاب ہوئے۔ گو کہ اس ریاست کا بعد میں انگریزوں نے خاتمہ کر دیا۔ بعد میں بھی ہندو قومیت کا مطمح نظر ہمیشہ ہندو تہذیب و تمدن کا احیا رہا اور وہ ہمیشہ ایک ایسی حکومت بنانے کے لئے ساعی رہے جس میں ہندو غلبہ اور تسلط ہو۔ چنانچہ گوکھلے، تلک اور گاندھی جی وغیرہ اس ہندو تحریک قومیت کے علمبردار ہیں۔ گو گاندھی جی نے اپنے آپ کو ایک قومی راہنما بنانے کی کوشش کی۔ ۱۹۲۰ء کی تحریک تک وہ ایک قومی راہنما ہو بھی گئے تھے لیکن بعد میں بہت جلد ان پر ہندویت کا رنگ غالب آ گیا اور وہ صرف ایک ہندو راہنما ہو کر رہ گئے۔ ہمارے یہاں بھی چند اصحاب نے اکبر کی یاد کو زندہ کر کے دوبارہ از منہ متوسطہ کی بنیادوں پر ہندی قومیت کا احساس پیدا کرنا چاہا تھا۔ اس میں چند روشن خیال مسلمان اور چند پارسی حضرات شریک تھے مگر ذرا سی اکبر کے مقابلہ جس میں جو واقعی صحیح معنوں میں ایک قوم پرست انسان کہا جا سکتا ہے اکثر حضرات کے بیشتر مسٹر گاندھی اور لبرل پارٹی کے لیڈر مسٹر چنتامنی کے برخلاف ڈاکٹر [illegible] جن کی تبلیغ کا منشا ہے اور ذہنی حالات زندگی کا۔ ہندو مہا سبھا والوں کا تو تذکرہ ہی فضول ہے۔ وہ تو برملا علی الاعلان صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ وہ ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب کانگریس اور لبرل راہنماؤں کا یہ حال ہے تو مسلمانوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ باوجود دس کروڑ ہونے کے اور چند صوبوں میں اکثریت ہونے کے اپنی جداگانہ قومیت کا احساس چھوڑ دیں گے اور ہندو تہذیب و تمدن میں گم ہو جائیں گے ایک ناممکن امر ہے۔ پھر مسلمان اپنے تہذیب و تمدن کو اس لئے بھی ترک نہیں کر سکتے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے بہترین اور اعلیٰ درجہ کے اصول اسلامی تہذیب ہی میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً عقیدۂ توحید، اخوت انسانیہ، جمہوریت، معاشی مساوات، مشاہدے کے ذریعہ علوم فطرت کا مطالعہ وغیرہ۔ ان کو قائم رکھنے سے ان کو یقین ہے کہ وہ نہ صرف ہندی مسلمانوں کی ترقی کر سکتے ہیں بلکہ ہندوستان اور بحیثیت مجموعی تمام انسانیت کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ پھر وہ اپنی تہذیب کو کیوں ترک کریں جو ایک عالمگیر انسانی نصب العین کی حامل ہے اور ایک ایسے تہذیب و تمدن کے اثرات کو عادی کریں جس کو وہ ذات پات اور جھوت چھات کی جماعت ہے اور جو کروڑوں خدا کی مخلوق کو اب تک غلام بنائے ہوئے ہے۔

بہرحال مسلمانوں نے اب حتمی طور پر طے کر لیا ہے کہ وہ ہندوستان میں ایک علیحدہ قوم کی طرح زندگی گذاریں گے جو بہترین انسانی نصب العین کی حامل ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ دوسروں کے مخالف ہیں یا ان کے حقوق کو پامال کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ دوسری اقوام کے ساتھ اشتراک عمل کے لئے بھی تیار ہیں لیکن اپنی ہستی اور اپنی قومیت کو فنا کر کے نہیں۔ تہذیب و تمدن کے فروغ کے لئے حکومت اساس کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ وہ ان علاقوں میں جہاں ان کی اکثریت ہے اپنی آزاد ریاستیں قائم کرنا چاہتے ہیں یہ ایک ایسا فطری اور حق بجانب مطالبہ ہے کہ مسلمان اس کو اب کسی قیمت پر بھی ترک نہیں کر سکتے۔ وہ اپنے علاقوں میں ہندوؤں کو وہ تمام تمدنی اور سیاسی حقوق دینے کے لئے آمادہ ہیں جو ہندو ان علاقوں میں مسلمانوں کو دیں گے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔

غرضکہ موجودہ سیاسی جمود کو دور کرنے کی ناگزیر شرط یہ ہے کہ انگریز اور ہندو مسلمانوں کے حق پاکستان یا حق خود اختیاری کو تسلیم کر لیں۔ وہ یہ تسلیم کریں کہ جنگ کے بعد مسلم اکثریت کے علاقے کے مسلمانوں کو یہ حق ہو گا کہ وہ اپنی آزادانہ ریاستیں بنائیں۔ آزاد ریاست کا مفہوم یہ ہے کہ نہ صرف ان کو مکمل داخلی آزادی حاصل ہو گی بلکہ وہ اپنی دفاع اور خارجی معاملات میں بھی آزاد ہوں گے۔ اس معاملہ میں ہندوستان روس سے بہت کچھ سبق سیکھ سکتا ہے جس نے اپنی قومیتوں کے مسئلہ کو نہایت کامیابی سے حل کیا ہے۔ چنانچہ اس کے آئین کی دفعہ ۱۳ کے مطابق روس کی تمام ریاستوں کو آزاد تسلیم کیا گیا ہے اور سب کے حقوق کو مساوی بنا دیا گیا ہے۔ دفعہ ۱۷ کے مطابق ان کو روس کی مشترکہ حکومت سے اپنے تعلقات منقطع کرنے کا بھی پورا حق حاصل ہے اور اب تو مسٹر مولوٹوف روس کے وزیر خارجہ کی تحریر اور اس کے بعد روس کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اپنی سولہ ریاستوں کو نہ صرف دفاع اور علیحدگی کی آزادی دے دی ہے بلکہ وہ خارجی معاملات میں بھی آزاد کر دئے گئے ہیں۔ وہ جس ملک سے چاہیں اپنے سیاسی تعلقات قائم کر سکتی ہیں۔ روس کی ان سولہ ریاستوں میں چھ ریاستوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ روس کی بیس کروڑ آبادی میں سے چار کروڑ آبادی مسلمانوں کی ہے۔ [illegible] انگریز، ہندو کانگریس اور ہندو مہا سبھا والوں سے یہ حق خود اختیاری کا مطالبہ صاف صاف تسلیم کرکے مسلمان دوران جنگ میں مساوی حیثیت سے مرکزی حکومت میں ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کو حل کرنے، داخلی حالات کو بہتر کرنے اور ہندوستان کی آزادی کے لئے جنگ میں شریک ہونے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ تمام صوبوں میں مخلوط حکومتیں بن سکیں گی اور ملک کی فضا صاف ہو جائے گی۔

جنگ کے بعد ملک میں آزاد ریاستیں قائم ہوں گی لیکن دلوں کی صفائی کے بعد یہ آزاد ریاستیں یقین سے ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو جائیں گی بلکہ ہندو اور مسلم دونوں کو آزادی مل جانے کے بعد وہ ایک دوسرے سے قریب تر آئیں گی اور ہندو اور مسلم ریاستیں اپنے خارجی تعلقات دفاع اور معاشی مفاد کے لئے معاہدے کے ذریعہ ایک یونین قائم کر لیں گی۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں لینن نے روس کی تمام اقوام کو آزاد کر دیا تھا لیکن سنہ ۱۹۲۲ء تک یعنی چار برس کے بعد مشترکہ مفاد کے لئے تمام ریاستیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کے حق خود اختیاری کو بغیر زیادہ لیت و لعل کے تسلیم کر لیا جائے تو ایک ہندوستانی یونین کا ہر وقت امکان ہے جس کو جس قدر زیادہ اس سے ٹالا جائے گا اسی قدر تعلقات خراب ہوں گے اور ملک کو نقصان پہنچے گا۔ مختصر یہ کہ ملک کا موجودہ سیاسی جمود حسب ذیل شرائط اگر پوری ہو جائیں تو دور ہو سکتا ہے۔

(۱) برطانوی حکومت ہندوستان کی مکمل آزادی کا وعدہ کر لے۔

(۲) ہند کی سیاسی پارٹیاں کانگریس مسلم لیگ وغیرہ جنگ میں حکومت ہند کے ساتھ تعاون کریں۔

(۳) مسلم لیگ کے پیش کردہ مسلمانوں کے حق پاکستان یا حق خود اختیاری کو تسلیم کر لیا جائے۔

(۴) دوران جنگ کے لئے مساوی حیثیت سے ہندو اور مسلمان مرکزی حکومت قائم کریں۔

(۵) تمام صوبوں میں مخلوط حکومتیں بنا دی جائیں۔

اس مجوزہ کی جزئیات توجہ طلب ہو سکتی ہیں لیکن وہ صرف مندرجۂ ذیل اصولوں پر مبنی ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کو بعد از جنگ آزاد تسلیم کیا جائے چاہے جبر وہ دولت مشترکہ برطانیہ میں رہے یا نہ رہے۔ کانگریس اور مسلم لیگ متحدہ اقوام کا جنگ میں ساتھ دیں۔ پاکستان کے اصول کو بعد از جنگ شمال مغرب اور شمال مشرق میں آزاد مسلم ریاستوں کو تسلیم کیا جائے جنہیں اپنے دفاع اور امور خارجہ کا اختیار بھی ہو اور وہ اگر چاہیں تو ہندوستان میں رہیں یا اس سے علیحدگی اختیار کر لیں۔ ہندوستان کی آزاد مسلم ریاستیں اور آزاد ہندو ریاستیں دفاع، خارجی امور اور معاشی معاملات کے لئے باہم آزادانہ ریاستوں کی حیثیت سے ایک یونین بنانے کے لئے معاہدہ کر لیں اور اس طرح ہندوستان کو ایک یونین قائم کر لیں۔ لیکن ان ریاستوں کو ان یونین سے علیحدگی کا ہر وقت حق باقی رہے اور روس کی ریاستوں کی طرح ان ریاستوں کو اس کا بھی حق ہو کہ وہ دوسری ریاستوں سے خارجی تعلقات قائم کرنا چاہیں تو کر سکیں۔ جنگ کے بعد آزاد پاکستان اور آزاد

...ستان دو حصوں میں بٹ جائے۔ ان میں ایک مسلم لیگ اور کانگریس ساری
...ست سے مرکزی حکومت میں ایک عارضی مخلوط حکومت بنائیں
...تمام صوبوں میں کانگریس اور مسلم لیگ کی مشترکہ حکومتیں بنادی
...ئیں۔

موجودہ جمود کو دور کرنے کی راہ میں اب سے بڑی رکاوٹ ہندوؤں کی ذہنیت ہے وہ اگر مسلمانوں کے حق خود ارادیت کو تسلیم کرلیں تو کانگریس اور لیگ میں سمجھوتہ ہو سکتا ہے اور حکومت کو اس متحدہ مطالبہ کو ماننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہندو اس خیال میں ہیں کہ مسلم لیگ سے سمجھوتہ کئے بغیر وہ سیاسی ترقی کر سکتے ہیں تو اب وائسرائے صاحب کی تقریر سے اس خیال کو ختم ہو جانا چاہئے جس میں یہ بات صاف کر دی گئی ہے کہ ہندوستان سیاسی حیثیت سے اس وقت اور آئندہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ ہندو اور مسلم آپس میں مل کر ایک متحدہ سیاسی مطالبہ پیش نہ کریں۔ ہندو اپنے وطن اس ضرورت کا احساس کریں۔ ان کے لئے بھی مفید ہے اور بحیثیت مجموعی تمام ملک کے لئے بھی۔ اس ملک میں بسنے والی ہندو اور مسلمان دو قوموں کے لئے بھی بجائے اس کے کہ ہندو اور مسلمان علحدہ علحدہ اپنی طاقت سے تنہا حکومت کو دبانے کی کوشش کریں جس میں وہ ناکامیاب ہو چکے ہیں ملک کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر حکومت کے سامنے متحدہ مطالبہ پیش کریں۔ اور متحدہ مطالبہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ آئندہ ہندوستان کا آئین ایسا ہو جس میں ہندو قوم بھی آزاد ہو اور مسلمان قوم بھی۔ اگر کہ بحیثیت مجموعی دونوں قوموں کے مفاد اور ہندوستان کی ترقی کے لئے دونوں اقوام کی آزاد ریاستیں دفاع، امور خارجہ اور معاشی معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔

وفاق عرب کی تحریک

بقیہ سلسلہ صفحہ (۹)

ہو سکتے ہیں۔ جغرافیائی، لسانی، ملی، تمدن اور ثقافتی حیثیتوں سے [illegible] اس کا مرکز بن سکتا ہے۔ حکومت سعودی نے نجد، حجاز [illegible] متحدہ کر دیا ہے کہ بہتر اس کا اور کوئی مرکز ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن ہے اس میں جنوبی اور مشرقی ساحلی حصے بھی شریک ہو جائیں۔ [illegible] مراکش، الجزائر، تونس اور طرابلس الغرب بھی ایک وفاق قائم کر سکتے ہیں، البتہ یہ ممکن نہیں ہے کہ اس وقت کی عرب حکومتیں اپنے آقایان مغرب کی زیر نگرانی [illegible] ان کی دوستی کے خوف سے وہ وفاق قائم کر لیں۔ جس کے [illegible] ایران، ترکی [illegible] مصطفیٰ پاشا نحاس مصر میں اور نوری پاشا سعید عراق میں کوشاں ہیں۔ تاہم [illegible] مرحوم بھی [illegible] تو ان کے منصوبے [illegible] مگر [illegible] دو وفاق

رہی تو ممکن ہے تا ہم دنیا جو شورش میں مبتلا ہے اس سے وہ کسی صورت کا وفاق عرب نہیں لیکن یہ وفاق عرب نہیں ہوگا۔ شاید عربی [illegible]۔

وفاق عربی صرف ایک ہی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے۔ اور وہ مذہب ہے۔ عرب ممالک میں مسلم زیادہ اور غیر مسلم کم ہیں۔ فرق تھوڑا نہیں بلکہ ۹۵ اور ۵ کا ہے۔ عیسائی اور یہودی عربوں کو اسلامی قانون کے مطابق وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں۔ دین اور دنیا کو علحدہ کرنے کے نتیجے آج یورپ والوں نے روما کے پاپا اور اس کے پادریوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اختیار کی وہ غلط ثابت ہوئی۔ اہل خدا کو بھول گئے اور اقتصاد کی عبودیت کو اس کی جگہ کھڑا کر دیا۔ عربوں نے اگر یہ راہ لی تو ترکستان ان سے قریب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نیک ہدایت دے۔ آمین۔ (نئی زندگی)

تجارتی فصلوں کی کاشت کم کی جائے

ایسے وقت میں جبکہ سارے ہندوستان کی طرح حیدرآباد کے سامنے بھی سب سے اہم مسائل غذیہ کی فراہمی اور حصول کا ہے حکومت سرکار عالی کو اس بات پر بڑی تشویش اور بے اطمینانی ہے کہ حالیہ زراعتی اعداد و شمار سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ تجارتی فصلوں (کیش کراپ) کے زیر کاشت رقبے میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ روئی اور مونگ پھلی کی کاشت میں خاص طور پر زیادہ نمایاں ہے۔ اب ضرورت اس کی ہے کہ نہ صرف اس اضافہ کو روک دیا جائے بلکہ اس بات کی بھی ہر ممکن کوشش کی جائے کہ روئی اور مونگ پھلی کی کاشت کا وہ رقبہ جو حالیہ توسیع سے پہلے ان چیزوں کی کاشت کے تحت تھا اسے بھی خاصا کم کر دیا جائے۔ حکومت پورے بھروسے کے ساتھ ملک کے باشندوں سے اس کی متمنی ہے کہ وہ خود کو زمین کے ایسے غیر ضروری استعمال کے خلاف منظم کرے۔ قابل کاشت اراضی کا غلہ کے علاوہ مزید ایسی تجارتی فصلوں کے لئے استعمال ہونا جو غذا کے طور پر استعمال نہیں ہو سکتی ہیں غلہ کے زیر کاشت رقبہ میں بڑی کمی پیدا کر دے گا اور اس کا آخری نتیجہ یہی ہوگا کہ ممالک محروسہ اجناس خوردنی کی دستیابی میں [illegible] بن کر رہ جائے گا۔ لہٰذا حکومت کی یہ خواہش ہے کہ کسی کھیت میں صرف روئی یا مونگ پھلی خالص طور پر یا تو اور دوسری دالوں کے ساتھ ملا کر نہ بوئی جائیں بلکہ خریف کی فصل میں روئی کے پودوں کی ہر قطاروں کے بعد چاہئے کہ کھیت میں صرف روئی بوئی گئی ہو جوار، اور تل کو بھی اس کے ساتھ شامل کر لیا جائے۔ جوار، اگر کسی راگی یا دوسرے غلہ کی جو اس خاص زمین کے لئے موزوں ہو کم از کم تین قطاریں ہوں۔ بیج کی اصل یہ روئی کی ہر چھ قطاروں کے بعد [illegible] یا کسی ایسے دوسرے اناج کی جو اس زمین کے لئے موزوں ہو کم سے کم تین قطاریں بوئی جائیں۔ حکومت اپنے اقتدارات استعمال کرنے کا ارادہ رکھتی ہے کہ تجارتی فصلوں کی بجائے غلہ کی کاشت کی تحریک پیدا کی جائے۔ اس تجویز کے تحت ایسی زمینوں پر جہاں [illegible] کی کاشت غلہ کی فصلوں کے مذکورہ منظور دیل کے علاوہ کی جائے ان کی لگان میں اضافہ کیا جائے گا۔ یہ اضافہ [illegible] کی مقررہ لگان سے تین گنا ہو سکے گا۔ [illegible] قوانین نافذ کئے جائیں گے اور جو دیگر تدابیر [illegible] کی وجہ سے غور و خوض کیا جا رہا ہے۔ اس [illegible] میں حکومت سرکار عالی کی خواہش ہے کہ اس اہم ترین مسئلے سے متعلق خیالات کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جائے خاص کر وقت [illegible] کہ اس بات کی تشہیر کی جائے کہ کاشت کے اس موسم کے اب شروع ہونے والا ہے روئی اور مونگ پھلی کی کاشت [illegible] کمی کرنا بہتر ہوگا۔ حکومت عوام کو بھی اس بات سے آگاہ کرنا چاہتی ہے کہ چھوٹے ریشہ کی روئی کی مسلسل کاشت سے [illegible] نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ چھوٹے ریشے والی روئی کے بڑی بڑی مقداریں اب کم [illegible] ہو چکی ہیں۔ موجودہ حالات کے تحت اس کی [illegible] محدود ہو گئی ہے۔ اور اس کی جو قیمتیں مل رہا تھا [illegible] نہیں [illegible] گی۔ اس کے علاوہ حکومت ہند کی طرح حکومت کو بھی صاف طور پر یہ واضح کر دینا ہے کہ موجودہ حالات میں غلہ کی بجائے چھوٹے ریشہ کی روئی کی کاشت ملک کو بڑا نقصان پہنچانے کے مترادف ہوگی۔ اس لئے حکومت اس غیر ضروری فصل کی کاشت کرنے والوں یا اس کے بیوپاریوں وغیرہ کو خرید و فروخت یا حمل و نقل میں کسی قسم کی کوئی مدد نہیں دے گی۔

رعایا کو اس بات کا بھی [illegible] یقین کر لینا چاہئے کہ اس طرح جو زائد غلہ پیدا ہوگا وہ انہی کے پاس چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ حکومت کو کافی اطمینان ہے کہ ملک سرکار عالی کی ضرورت سے زیادہ غلہ بہت اچھی طرح بک جائے گا اور اگر کبھی اس کی ضرورت ہوگی تو خود حکومت

چھپ کر مطبع ... میں طبع ہو کر باہتمام ... شائع ہوا۔